لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے درمیان مذاکرات

کیوں ناکام ہوئے؟

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

رکن مجلس عاملہ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے حالیہ المناک سانحہ کے موقعہ پر لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے مابین مصالحت کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے علماءِ کرام نے بہت کوششیں کیں اور مصالحتی فارمولا متفقہ طور پر طے ہوگیا، مگر اسے اچانک کالعدم کر دیا گیا۔ مفتی اعظم پاکستان وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ان مذاکرات میں شروع سے آخر تک اہتمام کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں اپنے جمعہ کے خطاب میں پیش آمدہ حالات اور ان کی وجوہ واسباب پر مشتمل فکرانگیز اور چشم کشا تفصیلات بیان فرمائیں۔

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز!

مجھے معلوم ہے آپ حضرات لال مسجد سے متعلق حالات جاننے کے لئے بے تاب ہوں گے اور یہ جو خونی کھیل کھیلا گیا ہے اس سے رنجیدہ اور بے تاب بھی ہوں گے۔ یقیناً پورا پاکستان بے تاب ہے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعے واقعات بڑی حد تک آپ حضرات کے سامنے آچکے ہیں۔ لیکن ہمیں میڈیا سے شکایت ہے اور اپنے ذرائع ابلاغ سے بھی شکایت ہے کہ حق کو جتنا کھول کر بیان کرنا چاہئے اتنا کھول کر بیان نہیں کرتے۔ بات کو دوٹوک انداز میں واضح نہیں کرتے۔ بلکہ گنجلک چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ذرائع ابلاغ نے تو اس سانحہ کے موقع پر معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے۔ خاص طور پر علماء، دین دار طبقہ اور باوقار شخصیات کے خلاف ایسی روش اختیار کر رکھی ہے جیسے کسی دشمن کے خلاف ہوتی ہے یہ المناک صورت حال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات عطا فرمائے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم.

اس صورت حال کی فریاد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس طاقت نہیں، فوج نہیں، اسلحہ نہیں اور اسلحہ کا استعمال اپنی حکومت کے خلاف جائز بھی نہیں۔ ان حالات میں سوائے اس کے کوئی اور چارہ کار ہمارے پاس نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کریں۔ اور اسی سے پناہ طلب کریں اور اپنے اپنے گناہوں سے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کریں کیونکہ جتنے مصائب آتے ہیں جتنی مشکلات اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں سرکاری سطح سے لے کر نچلی سطح تک جس بڑے پیمانے پر اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے تو ایسے حالات میں جو بھی حوادث اور سانحات پیش آجائیں وہ غیر متوقع نہیں ہیں۔ ابھی بارش اور ہواؤں کا طوفان چل ہی رہا تھا اور ملک کا آدھا حصہ اس میں تباہی کا شکار ہو رہا تھا کہ یہ دوسرا مسئلہ لال مسجد کا کھڑا ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سارے فتنے پہلے ہی بتا دیئے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب ایک فتنہ ختم نہیں ہوگا دوسرا آجائے گا دوسرا ختم نہیں ہوگا کہ تیسرا، فتنے آئے دن لگاتار ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر آئیں گے۔

۱۲/مئی کو بے گناہوں کے خون کی جو ہولی کھیلی گئی جسے پوری دنیا میں ٹی وی نے نشر کیا، سب نے دیکھ لیا۔ حتیٰ کہ قتل کرنے والے لوگوں کے چہرے بھی دکھا دیئے گئے۔ آج تک ان میں سے کوئی نہیں پکڑا گیا۔ گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں جبکہ لال مسجد والوں نے مطالبات بہت اچھے کئے تھے جو ہمارے دین اور ایمان کا تقاضہ ہے لیکن طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا وہ بزرگوں اور علماء کے طریقے کے خلاف تھا۔ سب نے ان کو اس غلط طریقہ کار کو اپنانے پر ٹوکا، سمجھایا مگر وہ نہیں مانے، لیکن پھر بھی ان کا جرم کیا تھا اور طریقہ جو غلط تھا وہ کیا تھا؟ بچوں کی لائبریری پر انہوں نے جو قبضہ کیا تھا۔ ہم مانتے ہیں وہ غلط تھا؟

بدکاری کے اڈے کو چلانے والی ایک خاتون کو انہوں نے پکڑا تھا، پکڑنا غلط تھا۔ اس کے خلاف مطالبہ کرنا اور جو کوشش ہو سکتی تھی، جائز ذرائع سے، قانونی طریقے سے ایسی کوششیں کرنا برحق تھا لیکن اسے خود پکڑنا غلط تھا۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ برسوں سے اس محلہ کے لوگ پولیس اور انتظامیہ کے پاس شکایتیں لے کر جا رہے تھے مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ اڈا معمول کے مطابق چل رہا تھا، محلے کے لوگ پریشان تھے، شرفاء پریشان تھے، رات میں کتنے ہی بدکاری کرنے والے یہاں آتے تھے، اور ایک لڑکی نے تو آ کر اپنی یہ دردناک داستان بھی سنائی تھی کہ اس کو دھوکے سے اس اڈے پر لے جایا گیا، پھر زبردستی اس کی عزت لوٹی گئی اور اس کے برہنہ فوٹو اتاوے گئے اور اس کو کہا گیا کہ اب تم ماں باپ کو بتاؤ گی تو ہم فوٹو شائع کر دیں گے اور پھر اس کو بلیک میل کرتے رہے اور بار بار اس کی عزت لوٹنے کے لئے بلاتے رہے اور یہ بے چاری مجبور تھی، فریاد لے کر جامعہ حفصہ میں آئی لیکن ان تمام کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شمیم نامی عورت کو انہوں نے پکڑا یہ غلط تھا، یہ کام ان کا نہیں تھا، اگر حکومت نہیں پکڑ رہی تھی تو آپ اخبارات میں دیتے کچھ اور طریقہ اختیار کرتے، لیکن یہ کام آپ کی حد سے باہر تھا۔ اس سے فتنہ پھیلتا، لڑائی ہوتی اور حکومت سختی پر آمادہ ہوتی اور حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو معلوم ہے! پھر نتیجہ جو کچھ نکلنا تھا وہ نکلا۔

دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ مساج (Massag) سینٹر، ''مخلوط مساج سینٹر'' جس میں بدن پر مالش کی جاتی ہے، مالش کرنے والی کون ہیں چینی عورتیں اور کروانے والے کون ہیں، مسلمان مرد، اسلام آباد کے مرد تقریباً ننگے ہو کر یہ مساج ہوتا ہے۔ تو یہ قانون کے بھی خلاف تھا، آئین پاکستان کے بھی خلاف تھا اور دینی تعلیمات اور روایات کے بھی خلاف تھا، ہر اعتبار سے جرم تھا، جنہوں نے اس سینٹر کو لائسنس دیا تھا انہوں نے بھی جرم کیا تھا۔ ان کی غلطی یہ تھی کہ وہ ان چینی عورتوں کو پکڑ کر اپنے پاس لے آئے اور برقعہ پہنا کر واپس کر دیا۔

چوتھا کام یہ ہوا کہ پولیس کے آدمیوں نے لال مسجد کے طلبہ کو گرفتار کیا، تو انہوں نے جواباً پولیس والوں کو گرفتار کیا۔ یہ چوتھی غلطی تھی۔ تو غازی برادران کی کل غلطیاں کتنی ہوئیں؟ ایک یہ کہ شمیم کو پکڑ کر لائے، مگر مارے پیٹے بغیر ان کو واپس کر دیا، دوسری یہ کہ چینی مساج سینٹر کی خواتین کو لے کر آئے اور ان کو مارے پیٹے بغیر واپس کر دیا، تیسری یہ کہ اپنے طلباء کو چھڑانے کے لئے پولیس کے بعض لوگوں کو پکڑا، چوتھی غلطی یہ تھی کہ لائبریری پر قبضہ کیا، یہ چاروں غلطیاں ہم مانتے ہیں۔ ہم ان کی کوئی تاویل نہیں کرتے، ہم ان کو بتاتے رہے کہ تم غلط کر رہے ہو۔ تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا۔ حکومت کے اندر حکومت قائم کرنا، ریاست کے اندر ریاست قائم کرنا، قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔ اس کو شریعت جائز نہیں کہتی

عجیب بات ہے کہ آج مغربی دنیا، ہمارے قلمکار، کالم نگار، صحافی، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ یہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھئے مدرسے بدنام ہو گئے۔ مدرسے ایسے ہوتے ہیں، لاقانونیت پھیلانے والے ہوتے ہیں، اسلحہ بندی کرنے والے ہوتے ہیں، زبردستی کرنے والے ہوتے ہیں، تشدد پسند ہوتے ہیں، انتہا پسند ہوتے ہیں تو مدارس کے بارے میں دنیا میں کیا تصور قائم ہوگا؟ مجھ سے ایک ٹی وی والوں نے اسی قسم کا ایک سوال کیا تو میں نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ یہ بات کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہئے کہ جامعہ حفصہ کی ان چار باتوں کو سب نے مل کر غلط کہا، جس پر ذرائع ابلاغ گواہ ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے جو مدارس ملحق ہیں ان میں جامعہ فریدیہ (اور طالبات کے لئے جس کے کیمپس کا نام جامعہ حفصہ تھا) ایک بڑا مدرسہ تھا، اس میں اور اس کی شاخوں میں تقریباً دس ہزار طلباء طالبات زیر تعلیم تھے، لیکن وفاق المدارس نے صرف اس وجہ سے اس مدرسہ کے الحاق کو ختم کر دیا کہ وفاق المدارس اُن کی اس لاقانونیت کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، اس انتہا پسندی کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، اس تشدد کو جائز نہیں کہتا تھا۔ چنانچہ وفاق المدارس نے صرف اسی وجہ سے اس مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر دیا۔ اساتذہ، طلبہ و طالبات کی درخواستیں اور فون مسلسل

آتے رہے کہ ہمارا سال ضائع ہونے سے بچا لیجئے لیکن ہم نے کہا نہیں حالانکہ کارروائی جامعہ حفصہ میں ہو رہی تھی لیکن کارروائی کرنے والے چونکہ مولانا عبدالعزیز صاحب تھے وہی جامعہ حفصہ کے بھی مہتمم تھے اور جامعہ فریدیہ کے بھی، اس لئے ہم نے جامعہ فریدیہ کے الحاق کو بھی منسوخ کر دیا اور ان کے طلبا و طالبات کو بھی سالانہ امتحان میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک بہت مشکل فیصلہ تھا مگر ہمیں کرنا پڑا۔

وفاق المدارس نے اپنا اعلامیہ بار بار شائع کیا۔ یہ سب باتیں جو میں غازی برادران کی غلطیوں کے بارے میں کہہ رہا ہوں، وفاق المدارس نے اپنے اعلامیہ میں بیان کر دی تھیں۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وفاق المدارس اپنے کسی مدرسے کی انتہا پسندی کو، دہشت گردی کو جائز قرار نہیں دیتا۔ نہ صرف یہ کہ جائز قرار نہیں دیتا بلکہ ایسے کسی مدرسے کے الحاق کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے جس کے اندر انتہا پسندی ہو یا تشدد کا راستہ اختیار کیا جا رہا ہو یا قانون کو ہاتھ میں لینے کا ڈھنگ اختیار کیا جا رہا ہو۔

پھر نہ صرف وفاق المدارس بلکہ پورے ملک کے تمام مدارس اور علماء نے بلکہ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے جامعہ حفصہ کے منتظمین کے اس غلط طریقہ کار کی مذمت کی، اس کو غلط کہا۔ کیا یہ اس بات کی کھلی دلیل نہیں کہ تمام مدارس دینیہ اور تمام علماء کرام، انتہاء پسندی کے خلاف ہیں، تشدد کے خلاف ہیں، لاقانونیت کے خلاف ہیں، قانون کو ہاتھ میں لینے کے خلاف ہیں۔

اس واقعے سے تو پوری دنیا میں یہ پیغام جانا چاہئے کہ تمام مدارس اور علماء انتہا پسندی اور دہشت گردی اور تشدد کے راستہ کو غلط سمجھتے ہیں اور اتنا غلط سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پرانے ساتھیوں کو بھی اپنے وفاق سے الگ کر دیا۔ میں نے ٹی وی والوں سے کہا کہ آپ دنیا کو یہ پیغام دیجئے اور جو زمینی حقیقت ہے اسے واضح کیجئے لیکن ہماری حکومت نے یہ کیا کہ لال مسجد کے حضرات کے ان چار مطالبات میں سے کسی ایک مطالبہ پر بھی کوئی کارروائی نہیں کی۔ آج تک پاکستان کے لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو کہ آنٹی شمیم کے اڈے کی سرپرستی جو حکام برسوں سے کر رہے تھے وہ کون سے حکام تھے، جنہوں نے اس اڈے کو چلانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس میں کون لوگ حرام کاری کے لئے آتے جاتے تھے۔ کیا وہ سب بے گناہ ہیں؟ معصوم ہیں؟ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا؟ کیا جرم صرف انہوں نے کیا جو شمیم کو اپنے پاس امن وامان کے ساتھ لے کر آئے اور اس سے توبہ کرا کر اس کو واپس کر دیا۔ بتایئے اس میں جرم کس کا زیادہ ہے؟ اڈا چلانے والوں کا یا جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کا؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے اندر مسجدیں شہید کی گئیں، اللہ کے گھروں کو شہید کیا گیا تو یہیں سے لال مسجد و جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے تحریک کا آغاز کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے اس یکطرفہ رویے نے انہیں تحریک چلانے پر مجبور کیا۔

ہماری حکومت کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب تک لاقانونیت کا راستہ اختیار نہ کیا جائے، توڑ پھوڑ نہ کی جائے اس وقت تک یہ کوئی مطالبہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ بات ہم نے وزیر اعظم سے بھی کہی بلکہ مشترکہ میٹنگ میں بھی کہی تھی۔ (جس میں صدر، وزیر اعظم، ان کے کئی وزراء اور فوجی جنرل بھی موجود تھے) کہ حکمران جس طریقہ کو اپناتے ہیں اگر یہ طریقہ رہے گا تو کبھی ملک میں امن وامان قائم نہیں ہو سکتا۔ آپ سنجیدہ گفتگو سنتے ہیں، دلائل کی بات مانتے نہیں، قرآن وسنت کی بات کو کان دھر کر سننے کے لئے تیار نہیں، آئین اور قانون کی کوئی بات آپ سننے کے لئے تیار نہیں، اپنی من مانی اور خلاف اسلام پالیسیوں پر ڈٹے رہیں گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام اٹھ کھڑے ہوں گے، جذباتی اور جوشیلے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے، قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں گے، پھر وہ نہ ہماری سنیں گے نہ آپ کی سنیں گے۔

چنانچہ جامعہ حفصہ میں یہی ہوا، مسجدیں شہید کی گئیں لوگوں نے اس پر احتجاج کیا، ذمہ داران سے باتیں کیں، علماء نے بھی افسران بالا سے ملاقاتیں کیں مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی تو جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے جواباً کہا کہ تم نے ہمارے اللہ کے گھروں کو شہید کیا ہے، ہم تمہاری لائبریری پر قبضہ کرتے ہیں۔

جامعہ حفصہ کے حضرات کی بات صحیح تھی، طریقہ غلط تھا، علماء کرام نے اور ان کے بزرگوں نے بلکہ وفاق المدارس العربیہ کے ارکان نے جا کر سمجھایا، لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ آپ یہ بتلایئے کہ کیا یہ حکمران ایسے ہیں کہ تختی کے بغیر بات سنیں۔ ماننے کا مسئلہ تو بعد کی بات ہے، سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، آپ بتایئے کہ ہم کیا کریں؟ ہم نے کہا آپ صبر سے کام لیں، اللہ سے دعا مانگیں اور قانونی راستے سے نہ ہٹیں،

لیکن وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اب سوال یہ کہ حکومت کے نزدیک ان کے کتنے جرائم تھے...... چار جرائم تھے...... کہ شمیم کو پرامن طریقے سے لے کر آئے اور پھر پرامن طریقہ سے واپس پہنچا دیا...... چینی عورتوں کو بھی پرامن طریقے سے لے کر آئے اور پرامن طریقہ سے واپس پہنچا دیا۔ پولیس والوں کو پرامن طریقہ سے اپنے پاس رکھا، پرامن طریقہ سے واپس کر دیا، ان کی خاطر مدارات بھی کرتے رہے...... چلڈرن لائبریری پر قبضہ کیا، اس میں کوئی تخریب کاری نہیں کی، کوئی عمارت کو نقصان نہیں پہنچایا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچی، ان تمام کاموں میں کسی کو ایک کانٹا تک نہیں چبھا، کسی کو ایک تھپڑ تک نہیں لگایا۔ ڈنڈوں کا شور تو پوری دنیا میں ہو گیا کہ...... ڈنڈا بردار شریعت! ڈنڈا بردار شریعت۔ لیکن کوئی ایک مثال بتلائے کہ ان طلباء نے کوئی ڈنڈا استعمال کیا ہو۔

ہمیں بتایا جائے کہ ان چار میں سے کوئی ایک جرم بھی ایسا ہے، جس کی سزا پاکستان کا قانون سزائے موت تجویز کرتا ہو؟ لیکن قانون سے بالاتر ہو کر ماورائے عدالت صرف اس جرم پر سینکڑوں طلباء و طالبات اور حفاظ قرآن کا خون کر دیا گیا۔ بتایئے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہاں کراچی میں ۱۲ رمئی کو خون کی ہولی کھیلی گئی، چالیس یا اس سے زیادہ لاشیں گرادی گئیں، قتل کرنے والوں کو دنیا نے دیکھ لیا، ٹی وی نے دکھلا دیا، آج تک کوئی قاتل گرفتار نہیں ہوا۔ یہ کہتے ہیں کہ جامعہ حفصہ کے لوگوں نے حکومت کی رٹ کو چیلنج کیا تھا، تو کیا چالیس لاشیں گرانے والوں نے تمہاری رٹ کو چیلنج نہیں کیا تھا، یہاں اپنی رٹ کی حفاظت کی تمہیں کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی؟ لیکن چونکہ کراچی کے ان مظلوموں کی کوئی دادرسی کرنے والا نہیں تھا، اور قاتل غنڈوں کی پشت پناہی کرنے والی، غیر ملکی طاقتیں تھیں۔ اس واسطے تمہیں نہ ان مظلوم چالیس سے زیادہ لاشوں پر رحم آیا اور نہ ان ظالم قاتلوں پر تمہیں کچھ غصہ آیا اور نہ تمہیں اپنی رٹ کی کوئی پرواہ ہوئی کہ تمہاری رٹ کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔

آج تمہاری رٹ کو نیٹو کی فوجیں چیلنج کر رہی ہیں، بے گناہ پاکستانی مسلمانوں پر وہ بمباری کر رہی ہیں اور میزائل برسا رہی ہیں، کتنے پاکستانی مسلمان شہید ہو چکے ہیں، ہوائی جہازوں سے بھی بمباری کی جا رہی ہے۔ وہاں تمہیں اپنی رٹ کی فکر نہیں ہوئی اس لئے کہ تم ان کی رٹ کا تحفظ کر رہے ہو اور تم اپنی پاک سرحدوں پر اپنی رٹ سے دست بردار ہو چکے ہو، وہاں تمہیں غیرت نہیں آئی، تمہیں اپنے قانون کی عزت پامال ہوتی نظر نہیں آئی، ہاں اپنے مظلوم بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کے اوپر تمہاری بہادری چلتی ہے، بے گناہوں پر، عورتوں پر، بچوں پر، نہتوں پر تمہاری بہادری جوش مارتی ہے۔

وہ پاکستانی فوج جس نے اللہ کے فضل و کرم سے ۱۹۶۵ء کے جہاد میں اپنی طاقت، اپنی مہارت، اپنی بہادری، اپنی قربانی، اپنے ایمان کا لوہا منوایا تھا اور آج تک الحمد للہ ہماری فوج کے بارے میں یہی تاثر ہے کہ مجموعی طور پر ہماری فوج ایمان سے سرشار ہے اور دُنیا کی بہترین فوجوں میں داخل ہے۔ اس فوج کو پاکستان کے عوام نے اپنا پیٹ کاٹ کر ٹیکس دے دے کر پالا اور نوازا ہے۔ یہ ہماری امانت ہے، ہماری پونجی ہے، ہماری طاقت ہے، ہماری سرحدوں کی محافظ ہے، ہمیں اس پر فخر ہے، لیکن تم ہماری اس فوج کو بزدلانہ، ظالمانہ اور احمقانہ مہمات میں استعمال کر رہے ہو۔ ہماری اس بہترین فوج کو جو قوم نے دشمنان اسلام کے لئے تیار کی تھی، جس فوج کو پاکستان کی حفاظت کے لئے تیار کیا گیا تھا آج تم اس بہترین فوج کو دشمنوں کے حکم پر چلانے کی فکر میں ہو اور اس کے آٹھ سو سے زیادہ جوانوں اور افسروں کا خون کروا چکے ہو، آج تمہاری بہادری کشمیر میں نہیں چلتی، کارگل سے ساری فوجیں لے کر آگئے، نہ تمہاری بہادری پاکستان کی مغربی سرحدوں کی حفاظت پر چلتی ہے کہ تم نیٹو کے فوجیوں کو پاکستان کی مقدس سرحدوں کو روندنے سے روک سکو۔ تمہاری بہادری اب چل رہی ہے باجوڑ کے مدرسہ پر، وہاں کے مظلوم طلباء کو قتل کرنے پر، تمہاری بہادری اب چل رہی ہے جامعہ حفصہ کے مدرسہ پر، وہاں کے طلباء و طالبات پر، یہ تمہاری بزدلانہ ظالمانہ اور سفاکانہ حرکتیں ہیں، تم پھر یہ کہتے ہو کہ امن وامان قائم رہنا چاہئے، امن وامان پامال کرنے کے سارے راستے تو تم اختیار کر رہے ہو، پھر ہم سے یہ کہتے ہو کہ امن وامان قائم کرنے میں علماء اپنا کردار ادا کریں۔

حکومت کی ان غلط حرکتوں کے باوجود امن وامان کو قائم کرنے کے لئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے قضیہ میں علماء اپنا کردار ادا کرنے اتوار کو اسلام آباد گئے، پہلے تو چوہدری شجاعت حسین سے بات ہوئی ان کو ہم (وفاق المدارس العربیہ کے ارکان) نے اپنی تجاویز دیں، انہوں نے کہا کہ یہ بات میں صدر تک پہنچاتا ہوں، اور ہم نے جو فارمولا پیش کیا تھا وہ ان کی سمجھ میں آگیا اور کہا کہ میں حکام بالا سے بات کرتا ہوں۔

رات کو ہمارے پاس وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب آ گئے، ان کے سامنے بات رکھی، بالاخر تھوڑی سی رد وقدح کے بعد وہ بھی قائل ہو گئے کہ فارمولا ایسا ہے کہ اس پر عمل ہو سکتا ہے، حکومت کی رٹ بھی برقرار رہے گی قانون کا احترام بھی برقرار رہے گا اور کشت وخون سے بھی بچ جائیں گے اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ مگر انہوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ وزیر اعظم سے ہم آپ کی ملاقات کراتے ہیں تو میں نے اعجاز الحق صاحب سے کہا کہ یہ بتلایئے کہ وزیر اعظم فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ "سو فیصد وہ فیصلہ کی پوزیشن میں ہیں"۔ انہوں نے اگلے دن پیر کے روز، وزیر اعظم سے ہمارے وفد کی ملاقات کروا دی۔ وہاں بھی وہ فارمولا رکھا گیا، اس میں انہوں نے اپنی مشکلات بیان کیں جو اعجاز الحق صاحب بھی بتا رہے تھے مگر ان سب مشکلات کا حل طے کر لیا گیا۔ وزیر اعظم کے ساتھ اس میٹنگ میں طے ہو گیا کہ عبدالرشید غازی کو گرفتار نہیں کریں گے (کیونکہ اس نے ٹیلی فون پر ہم سے بارہا کہا کہ میں جان دے دوں گا مگر گرفتاری نہیں دوں گا)۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالعزیز صاحب کو گرفتار کر کے جس طریقے سے ان کی قمیض اتار اتار کر، ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، ذلیل رسوا کر کے ان کو ٹی وی پر دکھایا گیا، اس وجہ سے وہ اس بات پر جم گئے تھے کہ "ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔"

عبدالرشید غازی مرحوم نے فون پر مجھ سے بار بار کہا کہ میں گرفتاری دینے کے لئے تیار نہیں ہوں، ہرگز تیار نہیں ہوں، میں جان دے دوں گا، گرفتاری نہیں دوں گا۔ البتہ اس کے لئے تیار ہوں کہ مجھے، میری بیوی بچوں کو، میرے ضروری سامان سمیت میرے گاؤں میں پہنچا دیا جائے۔ میں جامعہ حفصہ کو بھی چھوڑتا ہوں، جامعہ فریدیہ کو بھی چھوڑتا ہوں، لال مسجد کو بھی چھوڑتا ہوں، چلڈرن لائبریری کو بھی چھوڑتا ہوں، جتنا اسلحہ ہے، وہ بھی آپ کے سپرد کر دوں گا۔ مجھے اپنے گھر جانے دیا جائے، البتہ جامعہ حفصہ کو اور جامعہ فریدیہ کو میں وفاق المدارس کی تحویل میں دوں گا تا کہ مدرسوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مسجد محکمہ اوقاف سنبھال لے، وہ اس کا انتظام چلائے، چنانچہ یہ معاہدہ طے پایا زبانی بات بھی ہو گئی اور وزیر اعظم نے کہا کہ اس پر عمل شروع کیجئے یہ ظہر کے بعد کا وقت تھا۔

پھر اس پر عمل درآمد کے لئے چوہدری شجاعت حسین صاحب اور وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب، محمد علی درانی صاحب وزیر اطلاعات اور وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات طارق عظیم۔ اور ہمارا وفد گاڑیوں میں جلوس کی شکل میں لال مسجد کے قریب گیا، ممنوعہ علاقہ ہمارے لئے کھول دیا گیا لیکن آگے جا کر جہاں سے لال مسجد جانے کا مرحلہ تھا، وہاں سے ہمیں پیدل جانا تھا، مگر رینجرز کا حاکم اعلیٰ (کون تھا وہ کس عہدہ کا آدمی تھا مجھے نہیں معلوم) اس نے آگے جانے سے روک دیا اور کہا کہ آپ آگے نہ جائیں وزیروں سے بھی کہہ دیا اور چوہدری شجاعت حسین سے بھی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارا کوئی معاہدہ ہو رہا ہے، اس پر کوئی عملدرآمد ہونا ہے، اس کو اس معاہدے سے کوئی سروکار معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ کہہ رہا تھا آگے نہیں جاسکتے، کیوں نہیں جاسکتے؟ کہا کہ رسک ہے، (ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو یرغمال بنالیں گے) تو ہمارے ساتھ جو علماء کراچی سے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم یہ خطرہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں یرغمال نہیں بنائیں گے۔ آخر وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم جاتے ہیں اور بات کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں ان کو بتاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہوگا۔

ہم نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی تھی کہ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں لیکن ہمارے بعض ساتھیوں نے رازداری سے آ کر مجھ سے کہا کہ ایک چیز کا خطرہ ہے کہ مسجد کے آس پاس، درختوں کے پیچھے سب جگہ یہ رینجرز کے اہلکار موجود ہیں، قوی اندیشہ ہے کہ ان ہی میں سے کوئی ہمارے ان ساتھیوں پر فائر کر کے مار ڈالے گا اور الزام عبدالرشید غازی پر لگا دیا جائے گا۔ یہ خطرہ واقعی توجہ طلب تھا، اس لئے ہم نے ان ساتھیوں کو یہ خطرہ مول لینے سے روک دیا اور طے پایا کہ قریب میں ایک مکان جو رینجرز کی تحویل میں تھا اس میں بیٹھ کر مصالحتی فارمولے کی تحریر لکھیں گے اور طریقہ کار اسی اصول کے تحت طے ہوگا جو وزیر اعظم کے ساتھ میٹنگ میں طے پا چکا ہے۔ وزراء کے مشورے سے مولانا زاہد الراشدی اور طارق عظیم وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات نے یہ مسودہ تیار کیا۔ ایک ایک لفظ پر سب کا غور وفکر ہوا، مشورہ ہوا، جہاں پر جس کو جو تحفظات تھے ان کو دور کیا گیا۔

اسی دوران عبدالرشید غازی کا ایک نمائندہ آ گیا۔ اس کے ذریعہ مسلسل عبدالرشید غازی سے ٹیلی فون پر رابطہ کرتے رہے، ان کے

فون کی بیٹری ختم ہوگئی تھی باہر سے ایک فون اندر بھیجا گیا تاکہ ان سے اطمینان سے بات چیت ہو سکے، تمام باتوں سے انہوں نے بھی اتفاق کرلیا۔

البتہ عبدالرشید غازی مرحوم ہم سے فون پر مسلسل یہ اصرار کر رہے تھے کہ آپ وزراء کو لے کر یہاں آ جائیں تاکہ میں اسلحہ دکھادوں کہ میرے پاس کون سا اسلحہ ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے یا تو ماردیں گے یا دھوکے سے گرفتار کرلیں گے اور بعد میں اسلحہ یہاں لاکر میڈیا کو دکھادیں گے کہ یہ اسلحہ اندر سے برآمد ہوا ہے۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ یہاں تشریف لائیں تاکہ میں اسلحہ دکھادوں لیکن وہاں جانے کا راستہ ہی بند کردیا گیا تھا ہمارے لئے بھی، وزراء کے لئے بھی اور میڈیا کے لئے بھی۔

بالآخر معاہدہ تحریر ہوگیا، ساری بات طے ہوگئی، ہم نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اعجاز الحق صاحب تو یہاں تک کہنے لگے کہ آج اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو میں دو دن کے بعد عمرے کے لئے روانہ ہوجاؤں گا، ایک ہفتے سے جو ذہنی پریشانی ہے وہ ختم ہوجائے گی۔

اب اس متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کا وقت آیا تو یہ حضرات نیچے یا اوپر ہی کے صحن میں چلے گئے، یہ ایک چھوٹا سا دو منزلہ مکان تھا، بالائی کمرے میں ہم تھے۔ جس میں مسودہ لکھا جارہا تھا۔ اب یہ حضرات تھوڑی دیر بعد اوپر آکر کہنے لگے کہ ہمیں ایوان صدر جانا ہے اور صدر سے اس کی اجازت لینی پڑے گی۔ ہمیں تعجب ہوا کہ وزیراعظم نے بھری مجلس میں یہ فیصلہ کیا اور اسی فیصلہ کے مطابق یہ ساری تفصیلات لکھی گئیں وزراء کی کمیٹی نے یہ مسودہ ہمارے ساتھ مل کر طے کیا۔ چوہدری شجاعت حسین بھی اس پوری کارروائی میں شریک رہے وہ ہمارے ساتھ اب بھی موجود ہیں، اب ایوان صدر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ وزیراعظم نے میٹنگ میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ آج ہمارا صدر پرویز سے بھی اس معاملہ میں مشورہ ہوچکا ہے۔ عبدالرشید غازی صاحب بھی تیار ہوچکے تھے اور اب ہم نے اس موضوع پر گفتگو شروع کی تھی کہ مسجد کے اندر طلبہ سارے بھوکے ہوں گے ان کے کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ مدرسہ میں طالبات او خواتین بھوکی ہوں گی۔ ان کے لئے بھی کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ یہ بھی طے ہوگیا تھا کہ چار حکومتی ارکان اور چار افراد ہم ان طالبات کو اپنی تحویل میں لیں گے اور انہیں محفوظ مقام پر منتقل کرکے ان کے سرپرستوں کے حوالے کردیں گے اور طلباء کو بھی یہی کمیٹی اپنی تحویل میں لے گی اور محفوظ مقام تک پہنچادے گی۔ ان پر اگر کوئی مقدمہ ہوا تو دیکھا جائے گا اور جن پر کوئی مقدمہ نہ ہوا انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ البتہ جن پر اس واقعے سے پہلے کا مقدمہ ہوگا تو انہیں نہیں چھوڑا جائے گا۔

یہ حضرات یہ کہہ کر صدر جنرل پرویز کے پاس چلے گئے کہ ہم آدھے گھنٹے میں واپس آجائیں گے۔ ہم دن بھر سے آرام سے تھے اور اس سے پہلی والی رات بھی جاگتے رہے تھے۔ اب یہاں عجیب دقت پیش آگیا اور خطرہ ہونے لگا کہ ایوان صدر میں کہیں گڑبڑ تو نہیں ہوجائے گی۔ تقریباً اڑھائی گھنٹے بعد وہ واپس آئے اور جب وہ حضرات آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا وہ ایک مسودہ لکھ کر لائے تھے۔ الفاظ تو خوبصورت تھے جیسے کہ آج کل سرکاری لوگوں کے ہوا کرتے ہیں لیکن حاصل ان کا یہ تھا کہ جن باتوں کی یقین دہانی عبدالرشید غازی کو کی گئی تھی ان تمام باتوں سے انکار کردیا گیا تھا۔

مثلاً اس نئی تحریر میں پہلا نکتہ یہ لکھا تھا کہ عبدالرشید غازی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلیں گے۔ ان کو اور ان کے گھر والوں کو ان کے ذاتی سامان سمیت "گھر" میں رکھا جائے گا۔ ہم نے کہا کہ کون سے گھر میں رکھا جائے گا؟ عبدالرشید غازی تو پہلے سے کہہ چکے ہیں کہ میں کسی نظربندی کو قبول نہیں کروں گا اور کسی سرکاری گھر یا بنگلے میں نہیں رہوں گا بلکہ اپنے گاؤں کے گھر میں چلا جاؤں گا، چنانچہ سابق مسودے میں یہ لکھا جاچکا تھا کہ ان کو ان کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا جبکہ اس مسودہ میں لکھا تھا کہ "گھر" میں رکھا جائے گا۔ ہم نے پوچھا کہ کس گھر میں؟ طارق عظیم کہنے لگے کہ کسی گھر میں رکھا جائے گا تو ہم نے کہا کہ لکھوان کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا۔ کہنے لگے کہ نہیں صاحب یہ نہیں ہوسکتا اور اس میں کوئی لفظ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی لفظ کم و بیش ہوسکتا ہے کیونکہ یہ ہم وہاں سے حتمی منظوری کے بعد لے کر آئے ہیں اور اس تحریر کی فوٹو کاپی ایوان صدر میں محفوظ کرلی گئی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور مجھ سے طارق عظیم نے چپکے سے کہا کہ دیکھئے! ہمیں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے، اس کے اندر "ہاں" یا "نہ" کروا لیجئے اور پھر کہا کہ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں تو میں نے کہا کہ دیکھئے یہ وہ معاہدہ تو رہا نہیں جس پر ہم نے عبدالرشید غازی سے بات کی تھی اور ان کو بمشکل تیار کیا تھا، اب یہ ایک نئی چیز آئی ہے، اس کی ذمہ داری ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عبدالرشید غازی کا نمائندہ یہاں موجود ہے اس کو مسودہ دکھا لیجئے، اگر یہ عبدالرشید غازی سے منظور کروا لیتے ہیں تو

بہت اچھی بات ہے۔ چنانچہ عبدالرشید غازی سے فون پر رابطہ کیا گیا مگر انہوں نے اس نئی تحریر کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

ابھی ہماری یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ ایک کمانڈر فوج یا رینجرز کا واللہ اعلم کمرہ میں آ کے کھڑا ہو گیا، (چھوٹا سا کمرہ تھا، جس میں مشکل سے ہم چار علماء اور حکومتی نمائندے تھے)، اور مخصوص انداز میں ہمیں اور اپنے گھڑی دیکھنے لگا...... گویا وہ اشارہ کر رہا تھا کہ براہ کرم آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ہم نے بھی آپس میں یہ طے کیا کہ اب یہاں ٹھہرنا بیکار ہے، ان کی نیتیں خراب ہیں، ہمارے بعض ساتھیوں نے جو نیچے زمینی منزل میں تھے بعد میں بتایا کہ ایک فوجی افسر نے آ کر ان سے کہا آپ لوگ چلے جائیں، بہر حال نیچے کمرے میں ساتھی ہمارے منتظر تھے، ان کو ساتھ لیا اور گاڑیوں میں بیٹھ کر انتہائی رنج وغم کے ساتھ چلے آئے۔ اس وقت رات کے تقریباً اڑھائی بج چکے تھے۔ اب ہم نے طے کیا کہ جس ہوٹل میں ہمارا قیام ہے وہاں پہنچ کر باہم مشورہ کریں گے۔ (اس ہوٹل میں اپنے قیام کا انتظام ہم نے خود کیا تھا، حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں تھا، مصارف سفر وغیرہ کا انتظام بھی ہم نے خود کیا تھا)

امکانی طور پر امید کی ایک ہلکی سے کرن اب بھی باقی تھی وہ یہ کہ عبدالرشید غازی کا نمائندہ وہاں چوہدری شجاعت حسین اور وزیروں کے پاس موجود تھا، وہ فون پر عبدالرشید غازی سے دوبارہ رابطہ کر رہا تھا۔ عبدالرشید غازی ہمارے سامنے تک تو اس نئے مسودے سے حتمی طور پر سختی سے انکار کر چکے تھے اور کہہ چکے تھے کہ یہ دھوکہ بازی ہے اس نئے مسودے کا حاصل سوائے اس کے نہیں کہ مجھے گرفتار کیا جائے اور میں اسے قبول نہیں کرتا۔ میں گرفتاری کے مقابلے میں شہادت کو ترجیح دوں گا۔ اس کے بعد وہاں سے مایوس ہو کر ہم واپس ہوئے تھے لیکن یہ ہلکی سی امید ذہن میں آنے لگی تھی کہ شاید دونوں فریقوں کے درمیان نئے مسودے پر کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ ہم نے اپنے موبائلوں کو بند کر دیا تھا کیونکہ مختلف ٹی وی چینلز بار بار رابطے کر رہے تھے اور ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم نے ابھی سے یہ کہہ دیا کہ مذاکرات ناکام ہو گئے ہیں تو جو ایک ہلکی سی امید مصالحت کی دل میں آ رہی ہے، اس کو نقصان پہنچے گا، اسی اندیشے کے پیش نظر ہم سب نے اپنے موبائل بند کر دیئے اور یہ طے کیا کہ کوئی بھی انفرادی طور پر اس بات کا اعلان نہیں کرے گا۔ اب فجر کی نماز کی وقت ہو گیا تھا تو طے یہ ہوا کہ نماز فجر پڑھ کر ہم کچھ دیر کے لئے اپنے کمروں میں چلے جائیں گے۔ پھر مشورہ کر کے اعلان کیا جائے گا۔ اچانک مجھے پتہ چلا کہ وہاں تو حملہ شروع ہو چکا ہے، زبردست بمباری گولہ باری ہو رہی ہے جیسے کسی دشمن ملک پر چڑھائی کی جاتی ہے اور خوفناک تباہی پھیل رہی ہے۔ ٹی وی پر ان المناک مناظر کے ساتھ طرح طرح کے تخمینے اور قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں کہ یہ کیا قصہ ہوا؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ بات ہو رہی تھی کہ مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں اب اچانک یہ کیا ہوا؟ اندازے سے کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ۔ سخت کنفیوژن پھیلا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہم نے تو یہ طے کیا تھا کہ کوئی انفرادی طور پر اعلان نہیں کرے گا مشورہ کر کے پریس کانفرنس میں اعلان کیا جائے گا مگر اب جبکہ حملہ پوری شدت سے شروع ہو چکا ہے، سارا ملک کنفیوژن میں مبتلا ہے، لوگ سخت پریشان ہیں اس لئے میں نے اپنے موبائل کا سوئچ کھول دیا، کھولتے ہی فوراً جیو ٹی وی کا فون آ گیا۔ وہ پوچھ رہے تھے کیا قصہ پیش آیا؟ یہ تو آپریشن شروع ہو گیا ہے۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، اس وقت صبح کے تقریباً ۵ بجے تھے اور فوراً ہی انہوں نے یہ خبر دنیا کو سنا دی، تو آٹھ بجے کے قریب جناب حامد میر آ گئے اور بڑے دکھ سے کہنے لگے کہ دیکھئے یہ وزراء کتنا جھوٹ بول رہے ہیں، خدا کے لئے صورتحال بتلایئے۔ وہ کیمرہ بھی ساتھ لائے تھے۔ میں نے ان کو وہ ساری روداد جو صبح ۵ بجے میں جیو کو فون پر سنا چکا تھا مزید تفصیل کے ساتھ جناب حامد میر کو سنا دی۔ انہوں نے اس کو ریکارڈ کر لیا اور کہا کہ میں آدھے گھنٹے میں اس کو نشر کر دوں گا، مگر انہوں نے شام کو کسی وقت نشر کیا جبکہ اس سے پہلے ہماری پریس کانفرنس بھی ہو چکی تھی

یہ ساری المناک درد بھری روداد ہے، مجھ سے کسی ٹی وی چینل کے نمائندے نے پوچھا کہ آپ اس خون ریزی کی ذمہ داری کس پر ڈالتے ہیں؟ میں نے کہا، ایوان صدر پر، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے؟ ہم پر اور ہمارے پیارے وطن پر رحم فرمائے اور جو خطرات منڈلا رہے ہیں اللہ ان سے بچالے۔ آمین!

☆☆......☆☆